© rasailojaraid.com

حالاتِ حاضرہ

ترکی کے بلدیاتی انتخاب

مسلم سجاد

دنیا کے نقشے پر کتنے ہی ملک واقع ہیں' جہاں بلدیاتی انتخابات منعقد ہوتے ہیں اور بین الاقوامی پریس میں اس کی خبر بھی نہیں آتی' لیکن ۲۷ مارچ کو ترکی میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات پر مغربی پریس کی پہلے سے نظر تھی۔ شاید انھیں احساس تھا کہ الجیریا میں اسلامی قوتوں کی برتری کا پہلا اظہار بلدیاتی انتخابات میں ہوا تھا۔ اس کے بعد انھیں روکنے کے لیے تدابیر اختیار کی گئیں' لیکن اس کے باوجود جب قومی انتخابات کے پہلے مرحلے میں اسلامی فرنٹ (FIS) کو واضح کامیابی حاصل ہوئی تو سب لبادے اتار کر کارروائی کرنا پڑ گئی۔ ترکی میں ۱۹۹۶ میں عام انتخابات ہونا ہیں۔ موجودہ بلدیاتی انتخابات کی حقیقی اہمیت یہی ہے کہ اس سے عوام کی سوچ کا اظہار ہو گا اور پتا چلے گا کہ ترک عوام آئندہ اپنے ملک کو کس رنگ میں رنگا دیکھنا چاہتے ہیں۔

ترکی میں اسلامی قوتوں کی ترجمان رفاہ پارٹی ہے' اس کے لیڈر نجم الدین اربکان منجھے ہوئے سیاستدان ہیں۔ اس سے قبل مخلوط حکومتوں میں دو دفعہ نائب وزیر اعظم رہ چکے ہیں' اس وقت قومی اسمبلی میں ۴۰ ممبروں کے قائد ہیں۔ بلدیاتی انتخابات میں ان کی پارٹی واضح پروگرام کے ساتھ میدان میں اتری' اور ۱۹۸۹ کے بلدیاتی انتخابات کے ۹ فی صد کے مقابلے میں دگنے سے زائد تقریباً ۱۹ فی صد ووٹ حاصل کیے۔ لندن کے ماہنامہ امپیکٹ (مارچ ۹۴) نے لکھا تھا کہ اگر رفاہ پارٹی ۱۸ فی صد یا زائد ووٹ حاصل کر لے تو ترکی کی سیاست میں حقیقی تبدیلی آجائے گی۔

ترکی کی آبادی ۶ کروڑ ہے۔ ان انتخابات میں ۳ کروڑ افراد کو ووٹ ڈالنا تھے۔ ترکی میں ووٹ ڈالنا قانوناً لازمی ہے۔ ۷۶ شہروں کے میئر کے ساتھ ساتھ' صوبائی اسمبلی' سٹی کونسل' دیہاتوں کے مکھیا اور دیگر نشستوں کے لیے کل ۸۳ ہزار نمائندوں کا انتخاب ہونا تھا۔

۷۶ میں سے ۲۸ شہروں میں رفاہ پارٹی کے میئر منتخب ہوئے' لیکن ان میں زیادہ اہم اور سیکولر عناصر اور ان کے مغربی سرپرستوں کے لیے ناقابلِ یقین استنبول (سابقہ قسطنطنیہ) اور انقرہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نتائج تھے۔ مہم کے دوران نجم الدین اربکان کہتے تھے کہ پانچ سو سال بعد اسلام قسطنطنیہ کو دوبارہ فتح کرے گا' اور یہ ہو گیا۔ استنبول ترکی کا اہم تجارتی مرکز ہے' آبادی ایک کروڑ ہے' طیب اردگان اس شہر کے میئر منتخب ہوئے ہیں۔ آخری دنوں میں جب رفاہ کی کامیابی کا امکان نظر آیا تو سرکاری ٹیلیویژن اور سیکولر اخبارات نے اردگان کے خلاف جھوٹے الزامات کی غیر معمولی مہم چلائی۔ فتح کے بعد اردگان نے کہا کہ عوام نے میڈیا کو شکست دے دی ہے۔ مصطفےٰ کمال کے قائم کیے ہوئے دارالخلافہ انقرہ میں رفاہ کی کامیابی اتنی ناقابل یقین تھی کہ برطانیہ کے اخبار گارجین کے مطابق ٹی وی نے کئی گھنٹے انتظار کر کے "سقوط انقرہ" کا اعلان کیا (۲ اپریل ۱۹۹۴)۔

انتخابات میں خاتون وزیر اعظم سلر کی ٹروپاتھ پارٹی کو ۱۹۹۱ کے ۲۷ فی صد کے مقابلے میں ۲۲ فی صد' اور مخلوط حکومت میں ان کی اتحادی پارٹی سوشل ڈیموکریٹک پیپلز پارٹی کو ۲۰٫۸ فی صد کے مقابلے میں ۱۳٫۴ فی صد ووٹ ملے۔ عام اندازے یہ تھے کہ سرکاری پارٹیوں کو اتنے ووٹ بھی نہیں ملیں گے۔ اور حکومت میں تبدیلی آسکتی ہے اور نئے انتخابات ہو سکتے ہیں' لیکن موجودہ نتیجہ کو حکومت اعتماد کا ووٹ قرار دے رہی ہے۔ مدر لینڈ پارٹی ۱۹۹۱ کے ۲۴ فی صد کے مقابلے میں ۲۰٫۹ فی صد ووٹ لے کر دوسرے نمبر پر رہی۔ آئندہ انتخابات کے لیے رفاہ کے خلاف مدر اور ٹروپاتھ پارٹیوں میں اتحاد کی بات سامنے آنا شروع ہو گئی ہے۔ رفاہ تیسرے نمبر پر آئی۔ ۱۹۹۱ کے ۱۶٫۹ فی صد کے مقابلے میں ۱۸٫۸ فی صد ووٹ ملے۔ بلند ایجوت کی ڈیماکریٹک لیفٹ کو ۱۰٫۵۸ فی صد کے مقابلے میں ۸٫۷ ووٹ ملے۔ دیگر قابلِ ذکر پارٹیاں نیشنل ایکشن پارٹی (۸٫۱ فی صد) اور ری پبلکن پیپلز پارٹی (۴٫۶ فی صد) ہیں۔ (اکنامسٹ ۳ اپریل ۹۴)

رفاہ پارٹی کی مقبولیت میں اضافہ اور دو اہم ترین شہروں میں اس کی کامیابی' تبصرہ کا اصل موضوع ہے۔ امریکی ہفت روزہ نیوز ویک نے اسے سیکولر نظام کے لیے شدید دھچکا قرار دیا ہے' اور لکھا ہے کہ ترکی کے اسلام پسند بھی بحیرہ روم کے مسلمان ساحل پر واقع تمام حکومتوں کو چیلنج کرنے والی سیاسی تحریک کے ہراول دستہ میں شامل ہو گئے۔ (۱۱ اپریل ۱۹۹۴)

برطانیہ کے انڈی پینڈنٹ نے سرخی لگائی کہ مسلم انقلابیوں نے قوم کے یورپی سیکولر امیج کو چیلنج کر دیا ہے۔ بلدیاتی انتخابات کے ان نتائج نے اس کشمکش کو پھر واضح کر دیا ہے کہ جو آج پوری امتِ مسلمہ میں اور امتِ مسلمہ کے ہر ملک میں برپا ہے۔ ترکی اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ غیر معمولی تاریخی پس منظر کی وجہ سے یہاں کی کشمکش اور اس کے نتائج کے اثرات بھی غیر معمولی ہیں۔ ترکی' چار سو سال خلافت عثمانیہ کا مرکز رہا اور اس کے بعد مصطفےٰ کمال کے روپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اسے ایسا حکمران ملا جس نے ترکی سے اس کی شناخت چھین لی' خلافت ختم کی' یورپی پینل کوڈ نافذ کیا' رومن رسم الخط رائج کیا' پردہ زبردستی ختم کروایا' عربی میں اذان دینے کی ممانعت کی۔ غرض ترک معاشرہ کی ماہیتِ قلب کر دینے کی کوشش کی گئی۔ اسے ایک مغربی معاشرہ بنا دیا گیا۔ جہاں شراب کھلے عام ملتی ہے' شہروں میں راتیں رنگین ہوتی ہیں اور ساحلوں پر یورپی سیاحوں کی ریل پیل ہوتی ہے۔ اس کے لیے جو ظلم کیا گیا ہو گا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اتاترک تھا' اور ہم نے اپنی درسی کتابوں میں اس کا تذکرہ ترک قوم کے محسن اور معمار کی حیثیت سے ہی پڑھا۔ ۵۰ کے عشرے سے ترکی نے اپنی حقیقی شناخت دریافت کرنے کا سفر شروع کیا۔ ترکی دستور اس طرح کا لادینی دستور ہے کہ اسلام کی بنیاد پر کوئی سرگرمی خلافِ قانون اور قابلِ سزا قرار پاتی ہے۔ ان حالات میں وہاں احیائے اسلام کی جدوجہد کا آغاز ہوا جو آج اس مرحلہ تک آپہنچی ہے کہ ہر طرف خطرہ کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی ہیں۔

ترکی نیٹو کا ممبر ہے اور یورپی برادری کا ممبر بننے کے لیے اس کی درخواست زیرِ غور ہے۔ وہ یورپ میں شامل ہونا چاہتا ہے اور یورپ اسے اپنا تسلیم نہیں کرتا۔ آج کل یورپی ممالک خصوصاً جرمنی میں ترکوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے وہ ایک الگ کہانی ہے۔ لیکن ان انتخابات کے بعد بھی ایک صاحبِ قلم نے لکھا کہ یورپ ہمارے لیے سورج ہے اور ہم' سورج مکھی کے پھول کی طرح ہمیشہ اس کی طرف رخ کرتے ہیں۔ گذشتہ اکتوبر میں ترکی کی وزیر اعظم نے امریکہ کا دورہ کیا اور تجزیہ نگاروں کی رائے میں ناکام واپس آئیں۔

اس کے بالمقابل رفاہ پارٹی نے ترک قوم کو اس کی اصل شناخت کی طرف بلایا ہے۔ وہ انقلابی تبدیلیوں کی علمبردار ہے۔ ترک عوام کے لیے اس کی حیثیت ہوا کے تازہ جھونکے کی ہے۔ دوسری پارٹیاں آزمائی جا چکی ہیں۔ ان کی ناکامیاں اور بدعنوانیاں زبان زد ہیں۔ رفاہ کا امیج صاف ستھری' دیانتدار اور باصلاحیت قیادت کا ہے۔ رفاہ پارٹی نیٹو سے علیحدگی چاہتی ہے۔ یورپی برادری میں شامل ہونے کی مخالف ہے' اور اسلامی ممالک سے خصوصاً ایشیا کی ترک ریاستوں سے روابط بڑھانے کی حامی ہے۔ کرد مسئلہ کو بھی اخوتِ اسلامی کی بنیاد پر حل کرنے کی داعی ہے۔ بلا سود بنکاری پر مبنی معاشی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ نجم الدین اربکان نے کھلے عام کہا کہ دوسری پارٹیاں مغرب کی نقال اور امریکہ کی غلام ہیں۔ رفاہ پارٹی نے ترک معاشرہ میں ایک اہم مقام بنا لیا ہے اور عوام کی نظروں میں متبادل قیادت کی حیثیت سے آگئی ہے۔

ترکی کے سیکولر عناصر اور نام نہاد دانشوروں کو جمہوریت کے دعووں کے باوجود یہ گوارا نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ اگر عوام اپنی زندگی اسلامی اقدار کے مطابق گزارنا چاہیں اور اپنے لیے ایسے ہی نمائندے منتخب کریں تو ان کے لیے جگہ خالی کر دیں۔ گزشتہ ۳۵ سال میں فوج تین دفعہ مداخلت کر چکی ہے۔ رفاہ کی مقبولیت دیکھتے ہوئے اخبارات میں یہ تذکرے آنے لگے کہ انھیں روکنے کے لیے فوج کو مداخلت کرنا پڑ سکتی ہے اور الجیریا جیسی "خانہ جنگی" کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔ گویا عوام کو بلیک میل کیا گیا کہ رفاہ کو ووٹ دیا تو ان کو تو حکومت ملے گی نہیں، فوج آکر رہی سہی جمہوریت کو بھی لپیٹ دے گی۔ دوسری طرف ڈیماکریٹک لیفٹ کے بلند ایجوت کو یہ پریشانی ہے کہ رفاہ نے فوج میں اپنا ہمدرد گروپ بنا لیا ہے۔ انھوں نے رفاہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اور یہ الزام لگا رہے ہیں کہ "اس نے فوج کو سیاست میں الجھانے کی کوشش کی ہے بلکہ سیکولر اور ری پبلکن اصولوں کے خلاف غیر قانونی فوج تشکیل دے رہی ہے۔"

شہروں کے جو میئر منتخب ہوئے ہیں ان کے محدود دائرۂ اختیار میں تعلیم، پولیس، لائسنس دینے کے قوانین نہیں آتے۔ بڑے شہروں میں نائٹ کلب، قحبہ خانہ اور شراب خانہ مغربی اثرات کی علامت ہیں اور اسلامی جذبہ رکھنے والوں کا ہدف ہو سکتے ہیں۔ فوراً ہی یہ خبریں بھی آگئیں کہ نوجوانوں نے مغربی لباس پہنے عورتوں کو بسوں سے اتار دیا۔ لیکن ساتھ ہی ایک شہر بے اوگلو کے میئر کا یہ اقدام بھی ہے کہ اس نے سب سے پہلے شہر کے عیسائی محلے سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لیے گاڑیاں بھیج دیں۔ رفاہ پارٹی کو معتدل بتایا جا رہا ہے۔ یہی بات کہ ان کے لیڈر سوٹ پہنتے ہیں، اس کی علامت قرار دی جاتی ہے۔ ایک کالم نگار کے مطابق ترکی کو اربکان مل سکتا ہے، لیکن ترکی میں خمینی نہیں آسکتا۔ مستقبل کی کشمکش کا اندازہ اناطولیہ نیوز ایجنسی کی اس خبر سے ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ نے انقرہ اور استنبول کے میئروں کو متنبہ کیا ہے کہ اگر انھوں نے ترکی کے سیکولر دستور کو گزند پہنچانے کی کوشش کی تو ان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ کچھ اس توقع میں ہیں کہ رفاہ اپنے پروگرام پر عمل کرے گی تو لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس پس منظر میں آنے والا دور رفاہ کی قیادت کے فہم و فراست، حکمت و دانش اور ایمان اور صبر کی آزمائش کا دور ہو گا۔ انھیں اپنی حمایت کی بنیادوں کو وسیع سے وسیع تر کرنا ہے۔ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانا ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی ردِعمل کا صحیح صحیح اندازہ کرنا ہے اور پھر اپنے لیے راستہ بنانا ہے۔ ۱۹۹۶ تک کے دو سال دراصل قومی انتخابات کی تیاری کا عرصۂ کار ہے اور ان دو برسوں میں جو کچھ بھی کیا جائے گا اس کے نتائج جلد ہی سامنے آجائیں گے۔

© rasailojaraid.com